

○ منقبت حسینؑ

<p>یادِ اہل بیت ہی سرمایہٴ ایماں ہوئی اسکی نسبت ہی میری توقیر کا سماں ہوئی زندگی جس کی سراپا آیتِ قرآن ہوئی یہ حقیقت بھی اسی کے قتل سے غریاں ہوئی مرگِ خوشِ آشام کی سُرخِ عنواں ہوئی باحدیثِ مصطفیٰ دویم اور اک جاں ہوئی بچھڑائی اس کے لئے اک صورتِ پیکاں ہوئی ذوالفقارِ حیدری شمشیرِ تہی بہاں ہوئی سینہٴ تھوئی میں ایک عرصہ ہو اتہاں ہوئی</p>	<p>ہم شہیرے تختِ عسایاں ہوئی وہ حسینؑ ابنِ علیؑ وہ تاجدارِ اولیاء کیا کروں اس کے مناقب اور مراتب کا کیا جس کے ہر کردار میں پیرناں اس اس دینِ حق کہ کیونکہ ہم نہ ہواں کے مصائب کا ہمیں آیتِ تطہیر کی وہ ذات جو تفسیرِ حق کھیل جاتا تھا جو اکثر خنجر و تلوار سے زک میں اُترا اس طرح وہ دستِ حقِ مرد خدا آرزوئے خاک بوسی کر بلا کی راہ میں</p>
--	---

(از حضرت مولانا صفحوی شاہ صاحب علیہ الرحمہ)

دہر شعری

تظامِ وحدتِ ملتِ فنا بہ کثرت ہے
حسینؑ ابنِ علیؑ کی پھر اب ضرورت ہے
وہ شاہِ صبر و صنادہٴ مجاہدِ اسلام
ہزار اُس پہ درود و ہزار اُس پہ سلام

خونِ پاک

مرتبہ
مولانا صحوی شاہ

بار اول ۱۹۵۸ء
بار دوم ۱۹۸۹ء
۱۰/ محرم ۱۴۱۶ھ ہجری
یکشنبہ

ناشر ادارۃ التوحید بالہند پوریش

عجاز پرنٹنگ پریس چھتہ بازار حیدرآباد قیمت :- ایک روپیہ RS: /-

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تبرکات

افسوس دیکھتے نہیں حق
پس پشت ڈال دیا گیا ہے باطل پر
علامہ عمل کیا جا رہا ہے کوئی نہیں
جو اس کا ہاتھ پکڑے وقت آگیا ہے کہ
مومن حق کی راہ میں بقاؤ الہی کی خواہش
کرے — لیکن میں شہادت ہی
کی موت چاہتا ہوں ظالموں کے ساتھ
زندہ رہنا بجائے خود بھروسہ ہے —

(خطبہ حضرت امام حسین علیہ السلام)

جسارتِ بے جا

اپنی اس بے مایہ پیش کش کو
خاکِ پاک کر بلا سے نسبتِ انتساب
دیر پا ہوں کہ شاید تھر کے گھوڑے کے
سُم کی گرد ہی میری نصیبِ چشم
ہو جائے۔

تاکہ دل کی بینائی کو اس سے
وہ روشنی حاصل ہو جس سے مقامِ حسینؑ
کو دور سے دیکھ سکے کی تاہر نظر پیدا
ہو جائے۔

الفقیہ الی اللہ

صحفی شاہ

سجادہ نشین سلسلہٴ غوثیہ کمالیہ اکبریہ

دو شنبہ

۱۳ جولائی ۱۹۵۸ء

قارئین

کہیں ”حرفِ پریشاں“ کو پڑھ کر یہ خیال نہ کر لیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے تعلق سے کوئی خردہ گیری کی گئی ہے۔

ایسا نہیں ہے اور نہ کبھی ایسا ہو سکتا ہے کیونکہ تاریخی حقائق کے اظہار کے بعد اس سے قطع نظر کرتے ہوئے ایک اہل طریقت کے نزدیک جمیع صحابہ رضی اللہ عنہ کی علیٰ قدر مراتبِ عقلمت بہر طور ضروری ہے اور میں بھی چونکہ ”خلقِ مرتضوی رضی اللہ عنہ“ کا پرستار اور منجھ صوفیا کا گرفتار ہوں اس لئے یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ اپنی آنکھوں کو گستاخ بنا کر دامنِ معاویہ رضی اللہ عنہ پر کہیں کوئی دھبہ تلاش کروں۔

صحفی شاہ

حرف پریشال

- ۱۔ حضرت معاویہؓ کا دور اس بات کا شاہد ہے کہ مسلمانوں نے اپنی روشن تاریخ کو خود ہی اندھیرے غار میں ڈھکیل دیا ہے۔
- ۲۔ مجھے تاریخی دیانت داری سے کام لیتے ہوئے یہ کہنے میں ذرا بھی باک نہیں کہ اسل میں حضرت معاویہؓ کی حیاتب دارانہ سہل انگاری اور حقوڑے سے بشری تقاضوں کی محمول ہی حضرت علیؓ۔ حسینؓ اور حسینؓ کی شہادت کی ایک طرح ذمہ دار ہے۔
- ۳۔ سچ تو یہ ہے کہ واقعہ کربلا بنی اُمیہ کے آبائی حسد و انتقام کا سب سے آخری اور بدترین مظاہرہ تھا جو یزیدیت کے روپ میں ظاہر ہوا۔
- ۴۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ تمام ہندو مسلمانوں کے جس سوادِ اعظم نے جگر گوشہ رسولؐ کے ساتھ جو خون آشام گستاخی کی ہے اس کا وبال اُن تمام مسلمانوں کی گردنوں پر ہے۔ اور اگر ایک سچے انسان کے سینہ میں اس کا دل مسلمان ہے تو یقین ہے کہ اس کا مہر آج بھی اس بارِ تلامت سے اونچا نہیں ہو سکتا۔
- ۵۔ حریت خیال، حریت افکار اور حریت کردار کی اگر کوئی مثال بدستِ اتم کہیں موجود ہے تو وہ حضرت حسینؓ ہی کی ذاتِ پاک ہے کہ اس نمونہ میں اُسوۂ رسولؐ کی تمام تر جھلکیاں نہاں اور عیاں ہیں۔

صحوی شاہ

مختصر تاریخ

من چہ گویم کہ بلا واقعات آہ میرن آمدہ از اسم ذات (مولانا روم)

ولادت یا سعادت ۴ شعبان ۱۰۰۰ ہجری بروز شنبہ بمقام مدینہ منورہ ہوئی ام نقص بنت حارث کہتی ہیں کہ میں نے خواب دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کا ایک ٹکڑا اکٹ کر میری گود میں آگرا ہے جس حیران کنی کہ اس کی کیا تعبیر ہو لیکن جب حضور نے سنا تو فرمایا تم نے بہت مبارک خواب دیکھا ہے فاطمہ کو خدا بیٹا دے گا اور تم اسے گود میں لے کر بیٹھو گی۔ ولادت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گود میں لے کر دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت فرمائی۔

حسین علیہ السلام اور گہوارہ رسالت

۱۔ مسجد میں ایک دن حضور سر پہ سجدہ تھے کہ حضرت حسن و حسین آئے اور حضور کی پشت مبارک پر بیٹھ گئے۔ حضور نے دیر تک مہر نہیں اٹھایا۔ صحابہؓ نے سبب پوچھا تو فرمایا۔
”میرے بیٹے میری پیٹھ پر بیٹھے تھے مجھے گوارا نہ ہوا کہ جب تک وہ جی بھر کے نہ پیٹھ لیں میں سر اٹھاؤں“

۲۔ حضور خطبہ دے رہے تھے کہ دونوں صاحبزادگان گرتے پڑتے مسجد میں آگئے۔ حضور نے خطبہ موقوف فرمایا اور منہ سے اتر کر انہیں اپنی گود میں اٹھالیا۔

۳۔ ایک دن حضور اس حال میں تھے کہ آپ کی پشت مبارک پر حضرت حسین علیہ السلام تشریف فرما ہیں اور حضور زانو کے بل چل رہے ہیں۔ حضرت عمر افاقہ سے ادھر آگئے اس حسین منظر کو دیکھ کر بے ساختہ کہہ اٹھے۔

”واہ کیا اچھی سواری ہے“ حضور نے جواباً ارشاد فرمایا

اور سوار بھی تو خوب ہے۔

۴۔ حضور نے فرمایا۔ ”جو حسینؑ سے لڑے گا میں اُس سے لڑوں گا اور جو اُس سے صلح کرے گا۔ میں اُس سے صلح کروں گا۔“

۵۔ حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں۔

عظمتِ حسینؑ اور جمالِ تبارِ قاضیؑ

ایک دفعہ کھیل میں حضرت حسین علیہ السلام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کسی صاحبِ جزو کو غلام زادہ کہہ دیا وہ حضرت عمرؓ سے شاکی ہوئے حضرت عمرؓ نے بیٹے سے فرمایا۔
”جلدی جاؤ اور یہی بات حسینؑ سے لکھو الاؤ تاکہ ہمارے لئے ندر ہے“

کتابِ صبر و استقامت کا حرفِ آغاز

ایک دن حضرت حسینؑ چند جہازوں کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے کہ گرم شور بے سے لہریز پیالہ خادم کے ہاتھ سے چھوٹ کر آپ کے چہرہ مبارک پر گر پڑا جس سے آبلے پڑ گئے۔ آپ نے خادم کے طرف تادیباً نگاہ اٹھائی خادم نے چہرہ کی رنگت مچھانپ کر یہ آیت پڑھی ”اکا ظمین الغیظ“ آپ نے جھٹ سے فرمایا۔ ”میں نے اپنا غصہ فرو کر لیا۔“
خادم اب اور جری ہو گیا اس نے آگے کا ٹکڑا ابھی بڑھ دیا والعافین
عن الناس“ حضرت نے فرمایا اچھا میں نے تیرا قصور بھی معاف کر دیا۔
خادم نے دیکھا کہ رحمت کا دیا کھٹا ٹھیس مار رہا ہے اس نے مزید آیت کی تکمیل کر دی ”واحللہ حب المسکین“
حضرت نے دیکھا کہ یہ کسی طرح بھیجھا نہیں چھوڑتا آپ نے فرمایا۔
”اچھا میں نے تجھے آزاد ہی نہیں کیا بلکہ تیرا سارا خرچ بھی اپنے ذمہ لے لیا ہے۔“

شہادت

تقریباً ۴۵، ۵۵ سال کا سن تھا یزید نے اپنے باپ معاویہ کے انتقال کے بعد ولید بن عقبہ حاکم مدینہ کو لکھو بھیجا کہ مدینہ والوں سے اور بالخصوص حضرت حسینؑ عبد اللہ بن عمرؓ عبد الرحمن بن ابی بکرؓ اور عبد اللہ بن زبیرؓ سے میری بیعت لی جائے۔ حضرت حسینؑ

نے بیعت یزید سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں چپ چاپ بیعت نہیں کر سکتا جب تک کہ مدینہ والوں کو اس کی اطلاع نہ دی جائے۔ ادھر کوفہ سے خط پر خط آ رہے تھے کہ اس وقت ہم پر کوئی امام نہیں ہے آپ آئیے تاکہ آپ کے ذریعہ خدام کو حق پر جمع کر دے۔

حضرت علیؑ نے ان خطوط کے جواب میں اپنے بھائی مسلم کو کوفہ روانہ فرمایا اور پھر خود بھی عازم کوفہ ہو گئے مہمزدوں اور دو راندیشوں نے آپ کو اس عزم سے باز رہنے پر بہت کچھ مجبور کیا لیکن آپ اپنا رخت سفر کسی اور عزم سے باندھ چکے تھے۔ ادھر راستہ میں مسلم کے شہید ہونے کی خبر بھی آچکی اب تو اور بھی شوق شہادت کا غلبہ ہو چکا آپ کا قدم آگے ہی بڑھتا گیا۔ منہ میں محمد بن یزید ابن زیاد کی طرف سے نمائندہ بنا کر روانہ کیا گیا وہ حضرت حسینؑ کے تعقب میں لگا رہا۔ بالآخر کربلا کے بے آب و گیاہ میدان میں ۲۰ محرم کو حضرت حسینؑ اتر پڑے۔ ایک ہفتہ تک حر اور عمر بن سعد حضرت حسینؑ کو بیعت یزید پر آمادہ کرتے رہے لیکن ساری سعی ناکام ہو گئی ابن زیاد کا حکم بھی سختی سے آئہ نہنچا جسے شہر اپنے ساتھ لیتا آیا تھا۔

حضرت حسین علیہ السلام کا عزم بھی مستحکم ہو چکا تھا دو مہرے ہی دن صبح سے باہمی مبارزت شروع ہوئی حسین علیہ السلام کے (۷۲) ساتھیوں نے جہن میں عزیزانہ شہادت دار اور فدائی سب ہی تھے ایک ایک کر کے شہید ہوتے رہے یہاں تک کہ پہاڑ سا ذوالجوان بیٹھا اور پھول سا معصوم صابزادہ بھی ہاتھوں پر جان دے گیا۔ مہمزد بھی کچھ دیر تک باغیان حسینؑ سے تھا اب وہ بھی عینی ہدایت پا کر حضرت حسین علیہ السلام کے قدموں پر ٹوٹ کر جاں بحق تسلیم ہوا۔ بازو برابر کا بھائی عباس بھی حسین علیہ السلام کی مسکراہٹ پر کھیل گیا اور اپنے بڑے بھائی حسنؑ کی امانت محبتیہ قاسم بھی اپنے چچا کی چٹان جیسی چھاتی کو بچھلا گیا یہ سب کچھ آسمان والے کی نگاہوں میں ہوتا رہا قرنتے آسمان سے اتر آئے تھے اور حوریں صف ماتم بچھا رہی تھیں کہ اب حسین علیہ السلام کی باری تھی۔ قدرت بھی کلیجہ موس زہی تھی، واقعہ آسمان بھی ایک افسانہ پارینہ بن چکا تھا، کس کی آنکھ تھی جو اس خونین منظر کا تماشہ دیکھتی کس کا دل تھا جو سینہ میں دھڑک نہ جاتا خود دشمن بھی اپنے مقام سے ہل چکا تھا کہ حسین علیہ السلام بگولے کی طرح اٹھا

اور پہاڑ کی طرح مقابل میں اڑ گیا ہمت و استقامت کا ایک سیکر خاموش اب خاموش نہیں رہا تھا بلکہ اس کی زبان تلوار کی طرح چل رہی تھی اور نظر بجلی کی طرح کوند ہی تھی تمام محنت کے لئے خود اس نے اپنی زبان سے سارے حقائق کھول کھول کر بیان کر دیئے اور بتا دیا کہ حسینؑ کا گوشت محمدؐ کا گوشت اور حسینؑ کا خون محمدؐ کا خون ہے۔ لیکن بد بخنوں کے دل کان اور آنکھ پر بھائی جہر لگ چکی تھی۔ وہ سب کچھ سن رہے تھے لیکن سمجھ کچھ نہیں رہے تھے کہ ایک عرصے کے مخبروں نے اپنی عاقبت خراب کر لی۔ پھر کیا تھا چاروں طرف سے منگامہ یورش پانچھا۔ ادھر حسینؑ کا دلولہ شہادت بھی تیز تر ہو چکا تھا۔ تلواروں، تیروں اور پتھروں کی جھاوٹوں میں خدا سے سرگوشیاں شروع ہو گئیں نماز میں جمین نماز اپنی نیاز مندی کے حوصلے نکال رہی تھی اور ساتھ ساتھ زمین پر لگا کو اپنی پیشانی مبارک کے پوسے بھی انعام میں سرفراز ہو رہے تھے۔ اور ادھر استقبال کو نبیوںؑ اور رسولوںؑ کے جھمٹ میں بابؑ، مہائیؑ، ماںؑ اور نانا سب ہی آچکے تھے رسولؐ کی بکھری ہوئی زلفوں میں گرد کر بلا آئی تھی اور رخسارہ پاک پر خاک کر پانچھا اور تھی۔ اور ایک شیشے میں کوئی سرخ سی بہتی ہوئی چیز جمع کی جا رہی تھی۔ ہاں اب خون شہیدان تھا جسے رسولؐ اپنے ہاتھوں سے خود ہی سمیٹ رہا تھا۔

آہ کہ عصر کے وقت تک یہ منگامہ ابتدا ختم ہوا شاید خدا نے آیت کی قسم کھائی تھی کہ آئندہ حق و توصیہ کبر کا ایک مجسمہ پاک زمین کی آغوش میں جا چھپا اور مغربی آسمان پر شفق نہیں بلکہ خون کی سرخ دھاریں نمودار ہو چکی تھیں۔ یہ تھی دس محرم السنہ ہجری کی شام کرب و بلا۔ ”اِنَّ اللّٰهَ دَاخِلٌ اِلَيْهِ رَاٰجِعُونَ“

چند تاریخی شواہد

(۱)

حضرت امام حسنؑ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان شراط صلح۔

حسن بن علیؑ کی طرف سے معاویہؓ سفیان کی طرف میں ان شراط پر معاویہ کو حکومت سیر کرنا ہوں کہ مسلمانوں پر ”کتاب الہی“ ”سنت رسول اللہ“ اور خلفائے راشدین کی پیروی کی جائے گی اس میں میری دستبرداری کا یہ مطلب نہیں کہ معاویہؓ کی طرف سے کوئی بھی جانشین بنا

دیا جائے بلکہ اس کا فیصلہ مسلمانوں پر موقوف ہوگا۔ مسلمانوں کو اختیار ہوگا کہ اللہ کی زمین سے جس کو چاہیں اپنا امام اور خلیفہ مقرر کریں خواہ وہ شام سے یا عراق سے حجاز سے ہو یا یمن سے نیز اولاد علیؑ کے لئے یہ حق محفوظ ہوگا کہ وہ جسے چاہیں اپنی جان اپنے مال اپنی اولاد اور اپنی متواتر کی حفاظت کے لئے امام تجویز کریں اس صلح نامہ میں عہد میثاق میں معاویہؓ کو ان سے تجاوز کا حق نہ ہوگا۔ وکفی باللہ مشہیدا آخرہ ربیع الاول ۱۷ھ ہجری۔

(۲)

حضرت معاویہؓ اور یزیدؓ میں خلافت کا استحکام

حضرت امیر معاویہؓ نے مرض الموت کے دنوں میں حسب ذیل وصیت یزیدؓ کے نام مرتب کی۔

”ہاں پدر! میں نے تمہاری راہ کے کانٹے مٹا کر تمہارے لئے راستہ صاف کر دیا، دشمنوں کو زیر کر کے سارے عرب کی گردنیں تمہارے آگے جھکا دی ہیں اور تمہارے لئے ایک بٹا خزانہ تیار کر دیا ہے۔

سب سے اہم معاملہ خلافت کا ہے اس میں حسینؑ ابن علیؑ۔ عبداللہ بن عمرؓ عبدالرحمن بن ابی بکرؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ کے علاوہ کوئی حریف نہیں ہے عبداللہ بن عمرؓ سے کوئی خطرہ نہیں انھیں دہر و خمیات کے لئے کسی چیز سے واسطہ نہیں ہے عام مسلمانوں کی بیعت کے بعد انھیں بھی کوئی عذر نہ ہوگا۔ عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کوئی ذاتی حوصلہ و بہمت نہیں ہے جو ان کے سامنے کھڑے ہو سکیں گے وہ اس کے پیرو ہو جائیں گے البتہ حسینؑ ابن علیؓ کی جانب سے خطرہ ہے اہل عراق انھیں تمہارے مقابلہ میں لا کر چھوڑیں گے جب وہ تمہارے مقابلہ میں آئیں اور تم کو ان پر قابو حاصل ہو جائے تو درگزر سے کام لینا کہ وہ قرابت دار بڑے حق دار رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے عزیز ہیں البتہ جو شخص لومڑی کی طرح کاوے دیکر شیر کی طرح چلے گا وہ عبداللہ بن زبیرؓ سے اگر وہ صلح کر لیں تو قبہا ورتہ قابو پانے کے بعد ان کو ہرگز نہ چھوڑنا اور ان کے ٹکڑے اڑا دینا۔

(تاریخ اسلام حصہ دوم مطبوعہ دار المصنفین ۱۳۸۶ھ)

۱۰ ماہِ ماتم

○ ۱۸ جولائی انیس سو اٹھاون عیسوی کے غروب آفتاب کے ساتھ ساتھ
۱۳۴۷ھ کا اختتام پھر ایک نئے سال کے آغاز کا غماز ہے۔

جس طرح ہر بارہ مہینوں کے بعد دھرتی کا چکر اپنے محور پر پھر سے گردش کا اعادہ
کرتا ہے ٹھیک اسی طرح ستہ ہجری کا ماہ اول اپنی ساری تاریخی اہمیت کے ساتھ ایک ایسے
ماہ تمام کی یاد دلا کر صف ماتم بچھانے کے لئے دعوتِ اہتمام دیتا ہے جس کی ایک ذرا سی جھک
دک نے مطلعِ صداقت پر فتن و فحورِ ظلم و استبداد اور عصیان و طغیان کی چھائی ہوئی
گھٹا ٹوپ تاریکیوں کو کافور کر دیا تھا۔

مُددان و کفران کی جس طاقت نے نظامِ اسلام میں تہز نزل و اختلال کا
بھونچال لانا چاہا تھا اسے اس کی تیغِ آبدار کے سیلابِ استقامت نے تینکے کی طرح بہا دیا۔
آج آٹھ تاریخی شخصیت کے کردار کو یہ تیس سال ہمارے آگے بے نقاب کرنا چاہتا ہے جس کے
اسوہ حسنہ کی طرف قرآن نے اشارے کئے ہیں جس کی تطہیر پر لائق رسالت کی شہادت
موجود ہے اور جس کی کرامت و فضیلت پر عمر رضی اللہ عنہ جیسی بے باک مہستی کو اپنے بیٹے
اور خود اپنے مقابل میں بکمال محبت و خلوصِ اعتراف کرنا پڑا ہے۔ بھلا اُس کے وجود
باوجود کی اہمیت سے کس کو انکار ہو سکتا ہے۔

غیب اور باکل عجیب بابت ہے کہ اسلامی سال کا آغاز و انجام مہرِ تسلیم
ختم کردن و گردن نہادن کے نظامِ العمل کی ترتیب دے کر ہمارے لئے بے مثال تاریخی شواہد
کا حامل ہے۔ چنانچہ ابھی ہم جس جہنم سے گزر رہے ہیں اس کی تقریب بھی اسی انجام
کے آغاز کی تاریخی یادگار ہے جسے ہم قرآنی نفلوں میں۔

فَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا عِظِيمًا کی تفسیر کہ

سکتے ہیں۔

اللہ الذی بآیہ الہام الذیہدیر
معنی ذریعہ عظیم آمد پسر

آج اسلامی تاریخ میں اسی ذبحِ عظیم کا باب روشن ہے اس کے عنوان کو صرف حضرت حسینؑ ہی کے خون کی شہرخی مطلوب تھی اور وہی ”سرخ پھیرا“ آج بھی ہر جبر و استبداد اور ہر ظلم و تشدد کے خلاف ایک مستقل منارہ التہاب اور ایک پرہیت لغزہ انقلاب ہے۔

یقیناً جس ایقانِ محکمِ عزمِ راسخ اور استقامت فی الدین کا درس انہوں نے عملاً دیا ہے اس کی مثال آج دنیا کا کوئی انقلابی سُورما پیش نہیں کر سکتا اور ان کی حیاتِ طیبہ نے زندگی کا جو نصب العین ہمیں بخشا ہے اس پر ضرورت ہے کہ آج ہم اپنی حسب استطاعت و حیثیت سختی سے عمل پیرا ہوں جس کے نتیجہ کے طور پر کم از کم حق گوئی و بے باکی۔

آئیں جوان مرداں تو ہو جائے یا بچھر ہی غنیمت رہے کہ اُس ”مرد حریت آموز“ کی یاد میں نذرانہ عقیدت کے طور پر چند آنسو ہی بہا لیں یا اس غرض کے لئے کہ ہمیں صفِ ماتم ہی بچھا لیں کہ حسینؑ نے حق و صداقت کی راہ میں جان کی بازی لگا دی یہی نہیں بلکہ جہاں پتھر کا دل بھی موم ہو جائے وہاں کمالِ صبر و نہایت ضبط سے خود اپنی آنکھوں سے اپنے دل کے ٹکڑوں کو خاک و خون میں ملتے دیکھا ہے آج اس کی مظلومیت پر جتنا بھی رولیں باعثِ ثواب ہے۔ بشرطیکہ ہمارے آنسوؤں میں للہیت اور اقرارِ اطاعت کا جذبہ کار فرما ہو۔

آہ اے ماہِ محرمؑ مجھے تیری راہ میں اپنی خون رونی والی آنکھیں قرشِ راہ کردی ہیں اور ہم ہر سال تیرے خرامِ ناز کو حضرت حسینؑ کے نقشِ کفِ پا کی طرف نشانی کے لئے اپنا بہترین رفیق سمجھتے ہیں۔

ماتمِ حسینؑ

مگر کہ حجاز میں ایک حسینؑ بھی نہیں گرجہ میں تاہا راہی گیسوِ جلہ و فرات ہر سال جلنے لگتے غمین سیلاب آنکھوں سے رواں ہو چکے ہیں کہ آج بھی وہی ۱۳۱ سال پہلے کا طوفانی غم لاکھوں کروڑوں انسانوں کی آنکھوں سے آنسوؤں کے

روپ میں بہہ جانے کو تیار ہے اور یہ بے ساختگی آج بھی دنیا کی بے شمار آنکھوں میں اپنا وہی طوفانی
 تلاطم موجزن رکھتی ہے۔ اور آج جس واقعہ جالکاہ اور حادثہ کبریٰ کی تاریخ کا ورق ہم الٹ
 رہے ہیں اس کی سرخی عنوان کا ایک ایک حرف اپنے کاغذی پیڑ میں صاف ماتم بچھایا ہوا ہے۔
 ماتم اس صاف ماتم سگر ختم و الم کی یہ داستان صاف سینہ کو بی اور خون رونے کے لئے نہیں بلکہ
 آہوں اور آنسوؤں سے مٹ کر اپنے سننے والے کو ایک دعوت انقلاب اور ایک نعرے مجاہد
 کا تحفہ پیش کرنا چاہتی ہے تاکہ اس کے عزم کو جو ان تر اور اس کے یقین کو ختم سے محکم تر بنادے۔ لیکن
 یہ دعوت اگر صرف تر پٹنے اور نالہ و دیشوں کے رونے کے لئے ہے تو پھر ماتم ای کا کھٹے کد اب ہماری تخلیق
 کا مقصد فوت ہو چکا ہے۔ اور ہماری یہ زندگی موت اور ابدی موت میں بدل چکی ہے اور
 خدا کا کردہ سہارے دونوں ہمارے کاؤں اور ہماری آنکھوں پر گردنی کی چھری چکی ہے مگر یقین ہے
 کہ آنسوؤں کی انتہائی لغائی نے ابھی ہمارے خون کو سرد نہیں بنایا ہے۔ کیا شجب کہ تو دہ خاک
 میں چھپی ہوئی جنگکاری آج بھی قیصر و کسہری کے محلوں میں ایک آتشیں انقلاب برپا
 کر دے۔ اور ان کے درد بام پر ایک پرچم التہاب لہرا دے۔ وقت ہے کہ آج تم جس اتان
 پر ٹوٹے ہوئے مصائب و الم کو یاد کر کے ہر وقت ایک تازہ صدف ماتم جیلا لیا کرتے ہو کم از کم
 اسی کے نام کا سہارا لے کر اپنے ارادوں کو استوار کر لو کم حوصلگی اور بیت ہمتی سے بیٹھی
 ہوئی کمروں کو پھر ایک بار گن لو کہ آج بھی یزیدی طاقتوں کا دور دورہ عونی اقتدار کا نشہ
 اور فرودی سطوت کا فریب اپنا لشکر چرائے ہوئے تمہارے یہ مقابل کھڑا ہے اور تمہاری
 غیرت و حمیت کو لٹکا رہا ہے۔ کاش تمہاری اتنی جھپاتی ہوئی کہ تم اس بے سرو سامانی
 اور تہی دامن کی ساتھ ایسے سینہ سپر ہو جاتے کہ آج کے شرم نعین، عمر سعد اور ابن
 زیاد کے سینے دل جلتے لیکن میں تمہوں کا کہ تمہاری تنگدستی اور تمہاری تہی دامنی اگر
 اسباب و علل کے سہارے ہے تو یقین کر لو کہ تم سے زیادہ کمزور اور تم سے زیادہ ضعیف
 و ناتوانی پھر اس خطہ ارض پر کوئی بھی نہیں ہے۔ اور اس لحاظ سے تمہارا حریف تم
 سے زیادہ قوی تم سے زیادہ طاقتور اور تم سے کہیں زیادہ چالاک ہے۔
 اٹھو جلو اور بڑھو کہ وقت کا تقاضا تم کو ایک دوسرے ماحول کی طرف
 لئے جا رہا ہے اور تمہارے خلاف سازشوں کا چنگیزی لشکر اپنے گرد و غبار سے تمہاری

عقل و فراست کی بینائی پر خاک جھونکتا ہوا تھا ہے۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اپنی رتی سہی بینائی کو بھی برسات کی اس اندھیری رات کی نذر کرو جس میں سورج کو منہ کھول کر سانس لینے کا بھی موقع نہ ملے۔

دوستو! میں نے تمہیں اشارے کنائے میں بہت کچھ کہہ دیا ہے۔ اب تم تنہا رہے قوی شانوں کو جھنجھوڑنا ہوا تمہیں اپنے ساتھ دوش بدوش چلنے کی دعوت دے رہا ہوں۔ آؤ کہم ایک بار عہد کر لیں۔ کہ آج سے حسینؑ کا نعرہ انقلاب ہمارا نصب العین حیات اور ان کا نقش کفر یا ہمارے لئے نشانِ منزل ہے۔

خون پارے

دروائے زندگی سہارا از حسینؑ اہل حق حریت آموز از حسینؑ (اقبال)
 ○ دشتِ نینوا میں حضرت حسینؑ کا بیدردانہ قتل دنیا کی بریریتوں میں پہلی اور آخری مثال ہے ان کی غریب الوطنی اور کس میرسی کو کیا کہئے۔ ظالم کو فیوں نے جھوٹی دعوتیں دے کر احمق بے یار و مددگار بھانسا۔ ہائے کتنے سنگدل تھے یہ دغا باز میزبان۔
 چاروں طرف سے گھرے ہوئے دشمن کا سب سے بڑا پشت پناہ و محافظ اگر کوئی تھا تو ایک اللہ ہی تھا جس کے مقابلے میں دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں بھی ماند پڑ گئی تھیں اور بٹاسا بٹا اقتدار بھی پشتہ عاجز کی مثال تھا۔

اس کے باوجود رضا بالقضا آپ کی عادت تھی اور جس مقصد کے لئے آپ نے اس دنیا میں ورود فرمایا تھا وہ محو ہو جاتا اگر آپ اس کے برخلاف عمل فرماتے لیکن یہ قطعی ناممکن تھا کیونکہ آپ اپنے مبارک انادوں میں چٹان سے زیادہ اٹل تھے اور آپ کو تو ثباتِ قدمی اور استقامت فی الدین کا درس اس لئے دینا تھا کہ مکرور سا کمزور انسان بھی حق و صداقت کے لئے ڈٹ کر مقابلہ کرنا سیکھ جائے۔ اور ان کے اُدی غلاموں میں بھی ایسی ہمتیاں موجود ہیں جن سے خرقِ عادات کا شروع ہو سکتا ہے جس سے بڑی سی بڑی طاقت بھی متزلزل ہو جاسکتی ہے۔ مگر یہ کمالِ دین و سراجِ بندگی نہیں بلکہ اللہ والے کی شانِ بہرِ رومی رحمہ کے عارفانہ الفاظ میں صرف ایک ہی ہے۔

ماہیے استقامت آمد۔ ہم نرپے کشف و کرامت آمدیم
اور قرآن کریم نے بھی ولی کی یہی پہچان بتائی ہے۔

الا ان اولیاء اہلۃ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون ۵
غرض حضرت امام حسینؑ نے اپنی عہدیت تامہ و نہایت بندگی میں اولوالعزمی کے وہ دنیا
جوہر رکھئے جو ایک نبیؐ کے شایان شان تھے یا ان کے لئے کہ حضرت ابراہیمؑ کے روئے صادقہ کی
کی تعبیر صرف حسینؑ کی شہادت علمی تھی جس کا اولین زینہ حضرت اسمعیلؑ کا ایشارہ نفس تھا
واقعہ اسمعیل پر غور کیجئے تو فصد یدنا لا یدتہ عظیم کے چھوٹے سے ٹکڑے
کا مفہوم کتنا وسیع تر ہو جاتا ہے کہ بقول علامہ اقبالؒ۔ ع
بہت اس کی حسینؑ ابتدا ہے اسمعیلؑ

اور اسی آیت سے منشاء فطرت یعنی ظاہر و باہر معلوم ہوتا ہے۔ اگر تاریخ
اسلامت ورق الہیں تو معلوم ہوگا کہ خلفائے راشدین کے مبارک دور کے بعد ایک ایسا
زمانہ بھی آیا رہا تھا جس میں نبیؐ کی سنی لزورت لاحق تھی اور اس حدیث شریف کے
مصدق کہ العلماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل حضرت حسینؑ
کے وجود کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے کیونکہ آپ بنی نادر کے تھے آغوش رسولؐ میں
تربیت پائی تھی علم سفینہ کے ساتھ علم سینہ سے بھی مالا مال تھے۔ کیوں نہیں
انسان مدینہ العلم و علی بابہا جوشانِ پیر ہوئی۔ دراصل
اللہ تعالیٰ کو حضرت حسینؑ ہی کی صفات تھی کہ وہ ان کے علم میں اس فسق و فجور کی ظلمتوں
پر آفتاب بن کر چھا سکتے تھے۔

تعجب ہے کہ جس گھرانے سے بڑی بڑی حکومتوں کو کفر و شرک کے خلاف
جیلج بھیجے گئے اسی گھرانے کی ایک سب سے بڑا اور بہتر ہستی کے خلاف ایک بندہ زرے
دنیا کی جھوٹی پرفریب اور جلد فنا ہونے والی بادشاہت کے لئے علم بغاوت بلند کیا دیکھنے
والوں نے دیکھا حق و باطل برسرِ پیکار ہیں دیکھیں کون جیتے کون ہارے مگر غالب
الا اہلۃ آخر حق کی روشنی میں باطل کی ظلمتیں کافور ہو کر ہی رہیں مگر یہ ید کی تمنا
نہ اس کو دیکھئے کہ اسے حضرت حسینؑ علیہ السلام کے دست مبارک ہی کی خواہش تھی کہ

وہ ان سے بیعت خلافت لینا چاہتا تھا اور ان کے اس بیڑیضا کو آستین استفا امت سے
 باہر لانے کے لئے لوگوں سے اُسے کی حکومت دینے کے وعدے کئے۔ مگر جس ہاتھ نے دین کا دامن
 تھا ماہو وہ بھلا کیسے کسی دوسری طرف درازہ موکتا تھا اور پھر بید اللہ فوق اہل
 کی شان رکھنے والا حسینؑ یہ بازی کیسے ہار سکتا خوب رسہ کشی ہوئی۔ مگر حسینؑ کے مضبوط
 ہاتھوں کی گرفت ڈھیلی نہ ہو سکی یہ ہاتھ رادھر ہی رہے دراز نہ ہو سکے پتے سے

شاہ ہمت حسینؑ بادشاہ ہمت حسین دین ہمت حسینؑ دین پناہ ہمت حسینؑ
 ہر دانہ داد دست در دست یزید حقا کہ بنائے لا الہ ہمت حسینؑ

حسینؑ نے سہری بازی لگا کر خدا کی مرضی کا میدان جیت لیا اور اس آزمائش
 میں پورے اترے جو بارگاہ الوہیت سے اپنے مقبول ترین بندوں کو دو بیعت کی جاتی ہے۔
 اس میں حق تعالیٰ دیکھتے ہیں کہ میرا چاہنے والا کبھی مجھے بھول تو نہیں جاتا۔ یہ امر مسلم
 ہے کہ جب کسی شخص پر معمولی سی آفت بھی آ جاتی ہے تو وہ ایسے میں اپنی عزیز ترین
 چیز کو چھوڑے بیٹھتا ہے اور اگر کوئی تکلیف اسے اپنے گہرے دوست سے بھی پہنچ
 جاتی ہے تو وہ اس کو برداشت نہیں کر سکتا بلکہ اللہ اس پر برس پڑتا ہے یہ ہے انسانی
 محبت کا مال کار بر خلاف اس کے حسینؑ علیہ السلام کا مسلک حیات صرف اللہ ہی اللہ
 تھا اور ان کا مطلع نظر محض۔ اَبْنَمَا تَوَلَّوْا نَشْمُ وَجْہَ اللّٰہِ تَحَاوَدَہِ اس ابتلا سے
 کیے گھبراتے انہوں نے اسے مَا اَصَابَ مِنْ مَّصِیْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ
 کہہ کر آسان بنا لیا اور وہ آزمائش بھی کتنی کٹری تھی وَلَنْ یُّدْرِکَ لَکُمْ لِبَاسٌ مِّنْ
 الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ فَا
 لَبِشَ الصَّابِرِیْنَ ۗ الَّذِیْنَ اِذَا اَصَابَتْھُمْ مَّصِیْبَةٌ قَالُوْا اِنَّا
 لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْھِ رَاجِعُوْنَ۔ مندرجہ بالا آیت کی روشنی میں حضرت امام حسینؑ کے
 واقعہ شہادت کا مطالعہ کیجئے تو اس میں صرف یہی معلوم ہوگا کہ گویا حضرت حسینؑ کے واقعہ
 شہادت کو حرف بہ حرف بیان کیا گیا ہے کیونکہ شروع اسلام سے اب تک کوئی ایسا سانچہ
 عظیم وقوعہ پذیر نہیں ہوا جس کو حضرت حسینؑ کے معرکہ کرب و بلا پر ترجیح دی جا سکے غرض
 اس اللہ والے نے اپنے بلانے والے کی دعوت دیا ایتھا النفس المطمئنة ارجی

الْحَيِّ جَنَّتِي بِرَبِّكَ رَاضِيَةً مُرَضِيَةً فَادْخِلْنِي فِي عِبَادِي
وَادْخِلْنِي جَنَّتِي بِرَبِّكَ لَبِيكُ لَبِيكُ اور اطمینان و سرور الیقان و انبساط کے
ساتھ بے تیزانہ عالم جاوداتی کا رخ فرمایا۔

دنیا کے دستور کے مطابق اس ساتھ کرب و بلا کی یاد ہمارے سینوں کو روندتی
رہے گی اور ہم اس آگ میں رہتی دنیا تک چلتے رہیں گے جو درد فراق کی ہر زمین میں
بھڑکائی گئی ہے اور ہم اس داستانِ ظلم و ستم کو یاد کر کے خون بھی روئیں گے تو کم ہے اس لئے
کہ جو مصیبتیں ان پر کوئی ہیں وہ دنیا والوں کے بہائے ہوئے آنسوؤں سے کہیں زیادہ
ہیں۔ اور ان پر ڈھائے ہوئے تم بھلائے نہیں بھولتے یہ زخم بھرنے بھی نہیں پاتے
کہ پھر ہرے ہو جاتے ہیں۔ ویسے ہمیں ان کی موت کا غم نہیں بلکہ ان کے مہماریں
کا غم ہے کیونکہ وہ مے نہیں وہ زندہ ہیں اب وہ زندہ جاوید رہیں گے کہ شہید کے معنی
حاضر اور موجود کے ہیں دیکھئے ان شہیدوں کی زندگی کے بارے میں قرآن کی کیا تاکید
ہے۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ۝

وَلَا تَحْسِبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا
بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۝

یہ ہے قرآن کا تہدید فرمان اور یہ ہے شہیدوں کی زندگی جاوداں
زندہ باد حسینؑ ————— پایندہ باد حسینؑ

اے صبا اے پیکِ دُور افتادگان
اشکِ بارِ بر خاکِ پاکِ اُورساں
(اقبال)

شرح آیت ذبح عظیم

از: حضرت مولانا غوث محمدی شاہ صاحب المتخلص بہ ساجد
خلف و جانشین حضرت مولانا صفی شاہ صاحب علیہ الرحمہ



غمِ حسینؑ میں آنسو بہاے جلتے ہیں	فدا یوں ہی سے صدے اٹھائے جاتے ہیں
نکلتی رہتی ہے سینہ سے آہ رہ رہ کے	فراق و ہجر کے یوں داغ کھائے جاتے ہیں
قتیلِ راہ و فاقہ شہیدِ صبر و وفا	فلک کے جو ر و ستم سب اٹھائے جاتے ہیں
تو اسے یعنی شہدہ دوسرا کے تختِ جگر	لٹا کے خانماں پھر مسکرائے جاتے ہیں
خدا کو اور کوئی کب ہے اس قدر محبوب	ہر اک بلا میں حسینؑ آزمائے جاتے ہیں
بہا کے خون کا دریا حسینؑ شاداں ہیں	فرشتے شرم سے گردن جھکائے جاتے ہیں

ہے شرح آیت ذبح عظیم یہ ساجد

حسینؑ کرب و بلا میں ستائے جاتے ہیں